© rasailojaraid.com

عہد نبوی کے غزوات و سرایا اور ان کے مآخذ پر ایک نظر

(۷)

سعید احمد اکبر آبادی

مدینہ میں تیاریاں مدینہ میں عام چرچا تھا کہ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ بڑے ساز و سامان اور تزک و احتشام کے ساتھ شام سے واپس آرہا ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متعین پالسی کے مطابق یہ طے تھا کہ قافلہ مدینہ کی راہ سے گذرے گا تو آپ صحابۂ کرام کے ایک دستہ کے ساتھ مدینہ سے نکل کر مقام بدر پر اس قافلہ سے تعرض کریں گے لیکن قدرت کو منظور کچھ اور ہی تھا، چنانچہ یہاں یہ سب تیاریاں ہو ہی رہی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع پہونچی کہ ابوجہل ایک لشکر جرار لے کر روانہ ہو چکا ہے تو آپ نے یہ خبر اپنے ساتھیوں کو سنائی اور ان سے مشورہ کیا، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے یکے بعد دیگرے کھڑے ہو کر اور بہت عمدہ تقریریں کیں، لیکن آپ انصار کی رائے معلوم کرنا چاہتے تھے، کیونکہ انصار سے معاہدہ یہ تھا کہ دشمن مدینہ پر حملہ کرے گا تو انصار مدد کریں گے اور یہاں ظاہر ہے اب تک کوئی ایسی صورت نہیں تھی، اس بنا پر حضور نے مجلس مشاورت دوبارہ کر دی اور منتظر رہے کہ دیکھیں انصار کیا کہتے ہیں۔ انصار نے اس بات کو محسوس کر لیا تو حضرت سعد بن معاذ ان کے قائد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی حیثیت سے کھڑے ہوئے اور بڑے جوش میں بولے : یارسول اللہ! اگر آپ ہم کو حکم دیں کہ اس سمندر میں کود پڑو تو ہم اس میں بے تکلف چھلانگ لگا دیں گے، حضرت المقداد بن عمرو نے مہاجرین کی طرف سے نہایت ولولہ انگیز تقریر کی اور کہا: "اے اللہ کے رسول! آپ کو اللہ نے جو راہ دکھائی ہے اُس پر چل پڑیئے، ہم سب آپ کے ساتھ ہیں، خدا کی قسم! ہم وہ نہیں کہیں گے جو بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ تم آپ اور آپ کا خدا، دونوں جایئے اور جنگ کیجئے، ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں" ان تقریروں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک خوشی سے چمک اٹھا اور فرمایا "اچھا تو چلو، اور یہ خوش خبری سنو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے قریش کے دو طائفوں (عیر اور نفیر) میں سے ایک کا وعدہ کر لیا ہے"۔ بعض صحابہ جنھوں نے کسی وجہ سے عذر کیا آپ نے ان پر جبر نہیں کیا، اس وقت آپ کے ساتھ کل ۳۱۷ جاں نثاروں کا مجمع تھا جن میں سے دوسو اکتیس (۲۳۱) انصار تھے، ایک سو ستر (۱۷۰) خزرج سے اور اکسٹھ (۶۱) اوس قبیلہ سے، اور باقی چھیاسی (۸۶) کی تعداد میں مہاجر تھے، لیکن اس تعداد میں بھی قریشی صرف اکتالیس (۴۱) تھے، باقی جتنے بھی تھے وہ موالی اور حلفاء میں سے تھے۔

ضروری انتظامات مدینہ سے روانہ ہونے کا وقت قریب آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں امامت صلوٰۃ کی خدمت حضرت عبداللہ بن مکتوم کے سپرد کی، لشکر کو مہاجرین اور انصار پر تقسیم کیا۔ اول الذکر کی قیادت حضرت علی کے سپرد ہوئی اور موخر الذکر کے قائد حضرت سعد بن معاذ بنائے گئے، دونوں کا علم جو سیاہ رنگ کا تھا الگ الگ تھا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پورے لشکر کے قائد عام تھے اور آپ کا علم سفید تھا، لیکن اس وقت آپ نے یہ علم حضرت مصعب بن عمیر کو جو قریشی تھے عطا فرمایا۔ پھر

ملہ الدرر لابن عبد البر ص ۱۱۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ نے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر کے میمنہ کی قیادت حضرت زبیر بن عوام کو اور میسرہ کی سربراہی حضرت مقداد بن عمرو الکندی کو کہ دونوں بہترین شہسوار تھے تفویض کی۔ اور ساقہ یعنی پچھلا دستہ جسے انگریزی میں Rearguard کہتے ہیں اس کے قائد حضرت قیس بن ابی صعصعہ بنائے گئے، ساز و سامان کا یہ عالم تھا کہ پوری فوج کے پاس لے دے کے کل ستر اونٹ اور دو گھوڑے تھے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک اونٹ میں کئی کئی افراد کو شریک کر دیا کہ وہ باری باری سے اس پر سوار ہوتے تھے، ایک اونٹ میں خود حضور کے ساتھ حضرت علی اور حضرت مرثد بن ابی مرثد شریک ہو گئے، ان دونوں نے اپنی اپنی باری بھی حضور کو پیش کی تو آپ نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: تم دونوں مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں ہو اور میں اجر و ثواب کے معاملہ میں تم سے زیادہ بے نیاز نہیں ہوں، پھر ارشاد ہوا کہ ایک اونٹ میں بس میرا حصہ وہی ہو گا جو تم میں سے کسی ایک کا ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید انتظام یہ کیا کہ اونٹوں کی گردنوں میں جو گھنٹیاں بندھی ہوئی تھیں وہ سب دور کرا دیں تاکہ لشکر کی نقل و حرکت پوشیدہ رہے۔

اب یہ لشکر روانہ ہوا تو عام قاعدہ کے مطابق دشمن کی فوج کی نقل و حرکت اور اس کے حالات کا کھوج لگانے کی غرض سے چند آدمیوں کا دستہ آگے روانہ کر دیا گیا جس میں بسبس بن عمرو الجہنی اور عدی بن ابی الزغباء شامل تھے، مدینہ سے روانہ ہو کر پہاڑ کی گھاٹیوں سے گذرتے ہوئے جب یہ لشکر مقام الروحاء پر پہونچا جو مدینہ سے تیس میل کی مسافت ہے تو یہاں آپ نے حضرت ابولبابہ کو مدینہ کی امارت پر مامور فرمایا اور انھیں اس مقام سے واپس کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر پہونچنے کے لئے جو راستہ اختیار کیا اصحاب مغازی و سیر اس کے سلسلہ میں منزلوں کا ذکر کرتے ہیں، لیکن یہ نامکمل ہے، عہد حاضر کے مشہور [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محمد احمد باشمیل نے اپنی کتاب "غزوۃ بدر الکبریٰ" میں اپنے ذاتی مشاہدہ اور تحقیق کے بعد اس راستہ کا تذکرہ مفصل طور پر کیا ہے اس لئے ہم ذیل میں اسے نقل کرتے ہیں:

"مدینہ سے بدر کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ راستہ اختیار فرمایا کہ مدینہ کے قریب جو ایک پہاڑ ہے آپ اس کے دروں میں گھس گئے اسے عبور کرکے آپ وادی عقیق میں پہونچے، پھر علی الترتیب ذو الحلیفہ، اولات الجیش، تربان، ملل[1] غمیس الحمام، صخیرات الیمامہ، السیالہ، فج الروحاء، اور پھر شنوکہ[2] سے گذرے، بئر الروحاء سے نکلتے وقت آپ نے مکہ کا راستہ اپنی بائیں جانب چھوڑ دیا تھا۔ پھر بدر کے ارادہ سے آپ نازیہ پر دائیں طرف مڑگئے، یہاں تک کہ جب آپ نے ایک وادی جس کا نام رحقان ہے اور جو نازیہ اور تنگنائے صفراء کے درمیان واقع ہے طے کرلی تو آپ اس سے اتر آئے، پھر وادی الصفراء کو اپنے بائیں جانب چھوڑا۔ اور دائیں طرف چلتے ہوئے ایک وادی میں پہونچے جس کا نام ذفران ہے، یہی وہ وادی ہے جہاں کتب مغازی وسیر کی عام روایات کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لشکر قریش کے چل پڑنے اور بدر کی طرف رخ کرنے کی اطلاع ملی تھی، وادی ذفران سے نکلنے کے بعد آپ گھاٹیوں کی طرف چل دیئے جن کا نام الاصافر ہے۔ ان گھاٹیوں سے اتر کر آپ ایک آبادی میں آئے جو بدر کے قریب ہے اور جس کا نام الدبہ ہے، اور الحنان جو ایک بڑا ٹیلہ ہے اسے دائیں جانب چھوڑ دیا۔ الدبہ سے روانہ ہوکر آپ بدر کے قریب فروکش ہوئے۔

یہاں وہ واقعہ پیش آیا جسے ہم الدرر لابن عبد البر کے حوالہ سے نقل کرچکے ہیں لیکن یہ واقعہ صحیح مسلم جلد ثانی باب غزوۂ بدر اور البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۶۵ میں بھی موجود

---

[1] یہ مدینہ سے قافلہ کے لئے دو راتوں کے فاصلہ پر ہے۔

[2] بدر کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ "جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ بدر میں فروکش ہوئے تو آپ کے پاس سے قریش کی آب بردار سواریاں (روایا قریش) گذریں ان میں بنو الحجاج کا ایک سیاہ فام غلام بھی تھا، صحابہ نے اس کو پکڑ لیا اور اس سے ابوسفیانؓ اور اس کے ساتھیوں کا اتا پتہ دریافت کرنے لگے، غلام نے کہا: مجھے ابوسفیان وغیرہ کا علم تو نہیں ہے، البتہ ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور امیہ بن خلف تو یہیں پڑے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد واقعہ کا بقیہ حصہ وہی ہے جیسے ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

یہ واقعہ تو شام کے وقت کا تھا۔ اس سے پہلے یہ واقعہ پیش آچکا تھا کہ جائے قیام پر پہونچنے کے بعد خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک ساتھی کو لے کر لشکر قریش کی فرودگاہ کا سراغ لینے کے لئے روانہ ہوئے تھے، اثنائے راہ میں آپ کو ایک سن رسیدہ عرب ملا۔ آپ نے اس خیال سے کہ اس شخص کو جاسوسی کا شبہ نہ ہو لشکر قریش کے ساتھ لشکر اسلام کا بھی نام لیا اور دریافت کیا کہ یہ دونوں لشکر کہاں ہیں؟ یہ شخص بھی گرگ باراں دیدہ تھا، بولا: "پہلے تم دونوں بتاؤ کہ کون ہو؟ تب میں بتاؤں گا" حضور نے جواب دیا: "پہلے تم بتاؤ تو ہم بتائیں گے"۔ بوڑھے نے کہا: بات پکی ہے؟ حضور نے فرمایا: "بالکل!" اب یہ شخص بولا: "مجھے خبر ملی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی فلاں روز مدینہ سے روانہ ہوئے ہیں، اگر یہ اطلاع صحیح ہے تو میں کہتا ہوں کہ اب یہ حضرات فلاں مقام پر ہوں گے، اسی طرح مجھے معلوم ہوا ہے کہ لشکر قریش فلاں روز مکہ سے چلا ہے، اگر یہ خبر درست ہے تو میں کہتا ہوں کہ اب یہ لشکر فلاں مقام پر ہوگا"۔ جب یہ شخص اپنی بات کہہ چکا تو اس نے پوچھا کہ اب بتاؤ تم دونوں کون ہو؟ حضور نے جواب دیا: ہم ایک گھاٹ کے رہنے والے ہیں "نحن من ماءٍ" اس طرح حضورؐ نے متعین طور پر یہ معلوم کر لیا کہ اس وقت لشکر قریش کا پڑاؤ کہاں ہے، اور آپ وہاں سے روانہ ہو گئے۔

اس مقام پر ایک مرتبہ پھر اپنے ذہن میں یہ بات اجاگر کر لیجئے کہ مدینہ سے لشکر اسلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی روانگی کی تاریخ میں اختلاف ہے، عام ارباب مغازی وسیر کے نزدیک یہ روانگی ۸ رمضان المبارک (۲ھ) کو ہوئی تھی، لیکن ابن سعد نے ۱۲ تاریخ لکھی ہے، اور ہمارے نزدیک صحیح یہی ہے، کیونکہ مدینہ اور بدر کے درمیان قافلوں کی راہ سے ایک سو ساٹھ میل کی مسافت ہے، یہ مسافت حضورؐ نے کتنے دنوں میں طے کی ہوگی؟ اس کا حساب اس سے لگائیے کہ مکہ اور بدر کی درمیانی مسافت دوسو پچاس (۲۵۰) میل ہے، ان دونوں مسافتوں کا مجموعہ چارسو دس (۴۱۰) میل ہوا۔ اور یہ معلوم ہے کہ ہجرت کے وقت حضورؐ نے یہ مسافت نو (۹) دن میں طے کی ہے کیونکہ ارباب روایات کے عام بیان کے مطابق حضورؐ مکہ سے یکم ربیع الاول کو روانہ ہوئے تھے اور ۱۲ ربیع الاول کو قبا میں داخل ہوگئے تھے (اگرچہ مولانا شبلی نے بڑے دعوے کے ساتھ یہ تاریخ ۸ ربیع الاول لکھی ہے) اب ان دنوں میں سے تین دن وہ منہا کر دیجئے جو آپ نے غارِ ثور میں بسر کئے، اس طرح سفر کے دن نو (۹) ہوتے ہیں۔ اب نو پر چارسو دس (۴۱۰) کو تقسیم کیجئے تو کسر کو نظرانداز کر کے پینتالیس (۴۵) میل فی یوم کی مسافت بنتی ہے، اس سے قیاس کیجئے کہ قطع مسافت کی اس رفتار کے مطابق ......

.... مدینہ سے بدر کی مسافت جو ایک سو ساٹھ میل وہ حضورؐ نے، علی الخصوص جب کہ آپ جلدی کے باعث تیز رفتاری سے چلے ہوں گے، کتنے دن میں قطع کی ہوگی؟ مذکورۂ بالا حساب سے یہ مسافت زیادہ سے زیادہ ساڑھے تین دنوں میں طے ہو جانی چاہیئے اور چونکہ غزوۂ بدر ۱۷ رمضان کو شروع ہوا ہے، اس بنا پر یہ صاف ظاہر ہے کہ ابن سعد کے بیان کے مطابق حضور ۸ کو نہیں ۱۲ کو مدینہ سے روانہ ہوئے ہیں اور کم ازکم غزوہ سے دو دن پہلے آپ بدر پہونچ گئے ہیں اور چونکہ مذکورہ بالا دو روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضور جب بدر کے قریب پہونچے ہیں اس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ لشکر قریش پہلے سے وہاں پہونچ چکا ہے اور آپ کی جائے قیام سے ایک ٹیلہ کے دامن میں موجودہ نقشوں کے مطابق پانچ چھ کیلو میٹر کے فاصلہ پر مقیم ہے۔ اس بنا پر یہ بھی ثابت ہوگیا کہ حضور جس روز مدینہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے روانہ ہوئے ہیں اس سے کم از کم دو دن پہلے لشکر قریش مکہ سے روانہ ہو چکا تھا۔

اب غور کرنا چاہیئے کہ حضور جو قریش کی ایک ایک نقل و حرکت پر کڑی نگاہ رکھتے تھے اور اس سلسلے میں آپ کے جاسوسی دستے ادھر ادھر برابر گھومتے رہتے تھے۔ علاوہ ازیں مکہ سے متصل رہنے والے جن قبائل سے آپ کا معاہدہ ہو چکا تھا ان سے بھی قریش کی نقل و حرکت کا سراغ ملنے میں مدد ملتی ہوگی تو کیا یہ ممکن ہے کہ ان سب باتوں کے باوجود اس طمطراق اور شان و شوکت کے ساتھ لشکر قریش کی مکہ سے روانگی کا آپ کو علم نہ ہو، عقل و درایت کا فیصلہ ہے کہ آپ کو مدینہ میں ہی لشکر قریش کی روانگی کا علم ہو گیا تھا۔ اور اسی لئے آپ مدینہ سے ایک لشکر کی صورت میں جنگ کے لئے آمادہ ہو کر نکلے تھے۔

تین قافلے

لیکن اس وقت صورت حال بڑی عجیب و غریب تھی اور خدائے احکم الحاکمین نے اپنے حبیب کو ایک عظیم ابتلا و آزمائش سے دوچار کر دیا تھا، ایک طرف ابوسفیان کا کارواں تھا جو نہایت بیش قیمت ساز و سامان سے لدا پھندا شام سے درانہ واپس آرہا تھا اور منزل بہ منزل مارتا ہوا آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ دوسری طرف لشکر قریش تھا جو بڑے حوصلوں اور ارمانوں کے ساتھ مکہ سے روانہ ہو کر مدینہ کے راستہ پر گامزن تھا، اور تیسری جانب یہ لشکر اسلام تھا جسے اس کا تو علم تھا کہ یہ دونوں قافلے ایک ادس کے پیچھے اور دوسرا ادس کے آگے حرکت کر رہے ہیں لیکن ان قافلوں کی صحیح پوزیشن نہ معلوم ہونے کے باعث اس کا علم نہ تھا کہ اس کا سابقہ سب سے پہلے کس سے ہوگا۔ بہر حال سابقہ کسی سے بھی ہو، مدینہ سے یہ لشکر اس سے عہدہ برآ ہونے کا عزم لے کر روانہ ہوا تھا۔

لیکن افسوس ہے کہ ایک طرف ارباب روایات کی کوتاہ بینی کا یہ عالم ہے کہ انھوں نے سارا زور کاروان ابوسفیان پر لگا دیا اور اسی کو آنحضرت صلی اللہ کے خروج عن المدینہ کا مقصد قرار دیا ہے، اس سلسلہ میں لشکر قریش کا ذکر آتا بھی ہے تو ثانوی حیثیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے آتا ہے، اور دوسری جانب مولانا شبلی نے اگرچہ بڑی محققانہ اور فاضلانہ گفتگو کی ہے لیکن کاروان ابوسفیان سے انھیں ایسی چڑ ہے کہ اس کا نام لینا تک انھیں گوارا نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک اصحاب سیر و مغازی اور مولانا شبلی دونوں انتہاپسندوں میں ہیں اور حق بات وہی ہے جو ہم نے لکھی ہے، اس معاملہ میں قرآن مجید سے بڑھکر اور کوئی حَکَم نہیں ہوسکتا۔ ارشاد ہے:

کما اخرجک ربک من بیتک بالحق، وان فریقاً من المومنین لکارھون، یجادلونک فی الحق بعد ما تبین کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون	جیسا کہ اے پیغمبر آپ کا رب آپ کو حق کے ساتھ آپ کے گھر سے نکال لایا، حالانکہ مومنوں کا ایک طبقہ اسے پسند نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ حق کے ظاہر ہوجانے کے بعد بھی یہ لوگ آپ سے جھگڑتے تھے، گویا کہ یہ لوگ موت کی طرف لے جائے جارہے تھے اور انھیں موت سامنے نظر آرہی تھی۔

اس آیت سے بنص صریح یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا خروج عن المدینہ کسی ایسے مقصد کے لئے ہے جس میں جان کا خطرہ ہے، اور یہ لشکر قریش سے مقابلہ کی صورت میں ہی ہوسکتا تھا، نہ کہ کاروان ابوسفیان کی صورت میں جو چالیس اور بعض روایات کے مطابق ستر افراد و اشخاص پر مشتمل تھا اور ایک جنگی لشکر کی طرح پورا مسلح بھی نہ ہوگا۔ اس حالت میں اگر بعض مسلمانوں کو تردد اور خوف ہوا تو بر تقاضائے بشریت ہوا۔ کیونکہ وہ ایک طرف اپنی بے سازوسامانی اور دوسری جانب لشکر قریش کی جنگ سامانی دونوں کا احساس رکھتے تھے۔

علاوہ ازیں ارباب روایات نے اس حقیقت کو بالکل نظرانداز کردیا کہ اب سے پہلے تمام چھاپہ مار دستوں میں، یہاں تک کہ غزوۃ العشیرہ جس میں دو سو صحابہ شریک تھے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس میں بھی حضور نے کسی انصاری کو کبھی شریک نہیں کیا۔ آخر آج وہ کونسی نئی بات ہے جس کے باعث حضورؐ انصار کو نہ صرف شریک کرتے ہیں، بلکہ ان کی تعداد مہاجرین سے بھی زیادہ رکھتے ہیں، پھر یہ کیا بات ہے کہ چالیس اور زیادہ سے زیادہ ستر افراد کا روان سے تعرض کرنے کے لئے حضورؐ تین سو سترہ افراد کا مجمع لے کر روانہ ہو رہے ہیں اور وہ کس اہتمام کے ساتھ! مہاجرین اور انصار کا نمائندہ الگ الگ جان سپاری و فداکاری کا یقین دلاتا ہے، سب شرکا رمہم کو فوج کی طرح تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے، ہر دستہ کا جھنڈا الگ ہے، خود حضور سب کے قائد اعظم یعنی کمانڈر انچیف ہیں اور آپ کے جھنڈے کا رنگ مختلف ہے، مدینہ کی دیکھ بھال اور امامت صلوٰۃ کے لئے الگ الگ دو اصحاب مقرر کئے گئے ہیں! سوچنا چاہئے کہ یہ اہتمام اور بندوبست ایک چھاپہ مار دستہ کے لئے ہوتا ہے یا فوج کے لئے، اس بنا پر ہمیں اس میں ذرا شبہ نہیں ہے کہ گو صحابہ میں اس کا چرچا عام نہ ہو، جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا تعلق ہے آپ مدینہ سے اس عزم کے ساتھ روانہ ہوئے تھے کہ لشکر قریش سے معرکہ آرائی کرنی ہے، پھر یہ حقیقت بھی نظر انداز نہ کرنی چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسائل و ذرائع معلومات سب مادی ہی تو نہ تھے، غیبی اور روحانی بھی تو تھے، چنانچہ قرآن مجید کی آیت ذیل میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے:

اذ یریکھم اللہ فی منامک قلیلاً ط ولو ارٰکھم کثیراً لفشلتم ولتنازعتم فی الامر ولکن اللہ سلّم ط انہ علیم بذات الصدور ط

اس سلسلہ کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو آپ کے خواب میں کم کر کے دکھایا، اور اگر وہ ان کو زیادہ تعداد میں دکھاتا تو تم ہمت ہار دیتے اور لڑائی کے بارہ میں آپس میں جھگڑ پڑتے، لیکن خدا نے تم کو اس سے بچا لیا، بیشک وہ دل کی اندرونی باتوں سے واقف ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ یہاں معاملہ لشکر قریش کا تو اب پیدا ہوا تھا۔ ابوسفیان کے کاروان کا معاملہ اور اس کا عام چرچا تو بہت پہلے سے مدینہ میں بپا تھا اور شام سے اس کی واپسی کے دن گنے جا رہے تھے۔ اب اس وقت صورت حال یہ ہے کہ لشکر اسلام مدینہ سے روانہ ہو رہا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عندیہ بعض سیاسی اور جنگی مصلحتوں کے باعث مدینہ میں عام نہیں ہونے دیا ہے۔[1] قافلہ ابی سفیان مسلمانوں کے پیچھے آ رہا ہے، ایک دو منزل طے کرنے کے بعد مسلمانوں کو بھی عام طور پر اس کا علم ہو جاتا ہے کہ لشکر قریش مکہ سے آ رہا ہے لیکن انھیں یہ نہیں معلوم کہ اُن کا پہلا سابقہ کس سے ہوگا؟ کاروان ابوسفیان

---

[1] ان میں سب سے بڑی مصلحت یہ تھی کہ یہود اور منافقین کی طرف سے اطمینان نہ تھا۔ ممکن ہے ان کو اس کی خبر ہوتی کہ آپ جنگ کے لئے جا رہے ہیں اور لشکر قریش بڑے ساز و سامان کے ساتھ آیا ہے تو وہ یہاں مدینہ میں فتنہ کھڑا کر دیتے، اور یوں بھی حضورؐ کی عام عادت تھی کہ جب کسی جنگ کا ارادہ فرماتے تو صاف لفظوں میں اس کا اظہار نہیں فرماتے تھے، چنانچہ صحیح بخاری باب غزوۂ تبوک میں حضرت کعب بن مالک کا یہ قول منقول ہے:

ولم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرید غزوۃ الا ورّی بغیرھا	اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ کا ارادہ فرماتے تو اس کے اظہار میں توریہ سے کام لیتے تھے۔

اس سلسلہ میں یہ بات خاص طور پر نوٹ کرنے کی ہے کہ حضرت کعب بن مالک نے یہ فقرہ اپنی غزوۂ تبوک میں عدم شرکت کی داستان کے سلسلہ میں کہا ہے اور اسی ذیل میں انھوں نے غزوۂ بدر کا بھی ذکر کیا ہے، گویا وہ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسے مواقع پر توریہ پسندی کے باعث مجھکو غزوۂ تبوک میں جو مغالطہ ہوا تھا وہی مغالطہ غزوۂ بدر میں پیش آیا۔ کیونکہ وہاں تو عام خبر یہی تھی کہ حضور کاروان ابوسفیان کے ارادہ سے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے یا لشکرِ قریش سے ۔ لیکن ظاہر ہے اُن میں سے اکثر کی اندرونی خواہش یہ ہوگی کہ سابقہ کارواں ابوسفیان سے ہو تو بہتر ہے ، لیکن خدا کو منظور کچھ اور ہی تھا ، قرآن مجید میں اس صورتِ حال کی محاکات اس طرح کی گئی ہے :

واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انہا لکم وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم ویرید اللہ ان یحق الحق بکلمتہ ویقطع دابر الکافرین لیحق الحق ویبطل الباطل ولو کرہ المجرمون ٥

اور اس وقت کو یاد کرو کہ جب اللہ نے قریش کے دونوں طائفوں میں سے ایک طائفہ کا تم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ تم کو ملے گا ، تم اسے پسند کرتے تھے کہ تمھیں وہ طائفہ ملے جس میں لڑنے کا بوتا نہیں ہے ، اور اللہ کی مرضی یہ تھی کہ اپنے حکم سے دین حق کو قائم کرے اور کافروں کی جڑ بنیاد کاٹ ڈالے ، تاکہ حق کو حق اور باطل کو باطل کر دکھائے اگرچہ مجرموں کو برا ہی کیوں نہ لگے ۔

حسب ذیل آیت بھی اسی سلسلۂ بیان کی ایک کڑی ہے :

اذ انتم بالعدوۃ الدنیا وھم بالعدوۃ القصوی والرکب اسفل منکم ط ولو تواعدتم لاختلفتم فی المیعد ولکن لیقضی اللہ امرا کان مفعولا لیھلک من ھلک عن بینۃ

یہ وہ وقت تھا جب کہ تم (مسلمان) میدان جنگ کے ورلے سرے پر تھے اور وہ پرلے سرے پر ، اور قافلہ (ابوسفیان) تم سے نیچے کی طرف کو ہٹا ہوا تھا ، (یعنی وہ پہلو بچا کر ساحل کے راستہ پر پڑ لیا تھا) اگر تم پہلے سے ایک

---

* یہ حاشیے صفحہ گذشتہ جاری ہے ہیں ۔ اگرچہ حضور کا مقصد کچھ اور تھا جس کی تصدیق بعد کے قعات سے ہو گئی ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ویحییٰ من حیّ عن بیّنۃٍ ط وان اللہ لسمیعٌ علیمٌ ٥

دوسرے سے وعدہ کرتے تو وقت مقررہ کے بارہ میں آپس میں اختلاف کر بیٹھتے لیکن اللہ تو حکم کرچکا تھا کہ جنگ ہو کر رہے تاکہ جس کو ہلاک ہونا ہے وہ علانیہ ہلاک ہو اور جس کو زندہ رہنا ہے وہ کھلم کھلا زندہ رہے اور بیشک اللہ سب کچھ سنتا بھی ہے اور جانتا بھی ہے۔

یہاں تک روایات اور واقعات کو منقح کر کے واقعہ کی اصل صورتِ حال جو ہم نے لکھی ہے وہ اس درجہ بے غل وغش ہے کہ غزوۂ بدر کے سلسلہ میں قرآن مجید کی آیات پر منطبق ہوجاتی ہے اور روایات میں باہم جو تعارض نظر آتا ہے وہ بھی رفع ہوجاتا ہے، مثلاً صحیح بخاری باب غزوۂ بدر میں ہے کہ حضرت کعب بن مالک نے ایک مرتبہ بیان کیا" کہ میں غزوۂ تبوک کے علاوہ کسی اور غزوہ سے غیر حاضر نہیں ہوا۔ اور رہا غزوۂ بدر! تو اس میں عدم شرکت کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاروانِ قریش کے ارادہ سے نکلے تھے، لیکن اللہ نے آپ کو اور دشمنوں کو جمع کر دیا، اور پہلے سے کسی قرارداد کے بغیر جنگ ہوگئی۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ عدم شرکت کی وجہ حضور کا کاروان قریش سے تعرض کرنے کی غرض سے مدینہ سے نکلنا تھا، لیکن ابن سعد اور تفسیر ابن جوزی میں بعض روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے "وان فریقاً من المومنین لکارھون" کا مصداق وہ لوگ ہیں جنھیں معلوم تھا کہ حضورؐ جنگ کے لئے جارہے ہیں۔ ہمارے مذکورہ بالا بیان کے مطابق ان دونوں میں تطبیق کی صورت یہ ہوگی کہ عام طور پر شہرت تو یہی تھی کہ حضور کاروان قریش کے ارادہ سے جارہے ہیں اس بنا پر حضرت کعب بن مالک نے جو خیال کیا وہ بیجا نہیں تھا لیکن اگر خاص مدینہ میں نہیں تو کچھ دور جانے کے بعد پتہ چل ہی گیا تھا کہ لشکر قریش سے جنگ کرنی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس بناپر اگر بعض حضرات اپنی بے سروسامانی کے باعث جنگ سے کترانے لگے ہوں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

ایک اہم نکتہ اس موقع پر ہم ایک اہم نکتہ کی طرف بھی قارئین کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں جس پر کسی نے دھیان نہیں دیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے کہ غزوۂ بدر سے پہلے سات آٹھ مرتبہ چھاپہ مار دستے روانہ کئے گئے ہیں جن میں سے بعض میں خود حضورؐ بھی شریک ہوئے ہیں، لیکن کسی دستہ کو کامیابی نہیں ہوئی، اور نہ کوئی شخص ہلاک ہوا۔ سریۂ عبداللہ بن جحش کا جو معاملہ ہوا وہ بالکل اچانک ناگزیر حالات میں اور حضورؐ کی اجازت کے بغیر ہوا تو کہیں اس کی وجہ یہ تو نہیں ہے کہ درحقیقت حضورؐ کا مقصد تجارتی قافلہ کی غارتگری کرنا تھا ہی نہیں، بلکہ قریش پر یہ اثر پیدا کرنا تھا کہ اب ان کی تجارتی لائن محفوظ نہیں رہی ہے، اس لئے ان کی خیر اسی میں ہے کہ وہ معلوم شرائط پر حضورؐ سے مصالحت کریں، ورنہ اگر قافلہ پر دھاوا بول دینا ہی آپ کا اصل مقصد و منشا ہوتا تو یقیناً کاروان ابوسفیان بھی آپ سے بچ کر نہیں نکل سکتا تھا۔ کیونکہ بدر اور بحر احمر کے ساحل کے درمیان فاصلہ ہی کتنا ہے؟ صرف تیس کیلومیٹر کا۔ اور آپ اس سے بے خبر نہیں ہو سکتے تھے کہ ابوسفیان کو اگر بدر میں مسلمانوں کی موجودگی کی کن بھن مل گئی تو وہ راستہ بدل کر ساحل کی راہ سے نکل جائے گا۔ اس بناپر آپ باآسانی یہ کر سکتے تھے کہ ساحل کے راستہ پر بھی روک لگا دیتے، لیکن آپ نے اگر ایسا نہیں کیا تو کیا ہمارا یہ سمجھنا غلط ہے کہ کاروان ابوسفیان کے معاملہ میں خود حضور کچھ زیادہ سرگرم نہیں تھے اور اغماض سے کام لے رہے تھے، پھر جب خود اللہ تعالیٰ کا منشا یہ تھا کہ "ولکن لیقضی اللہ امراً کان مفعولا۔ لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحییٰ من حیّ عن بینۃ" تو کیا خدا کے اس منشا کا انعکاس آپ کی طبیعت اور میلان پر نہ ہوگا۔

اب تک ہم نے اس بحث میں ایک مورخ کا قلم استعمال کیا ہے، اب اس سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہٹ کر ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہر چیز کے اسباب مادی ہی تو نہیں ہوتے، بلکہ کچھ امداد بھی ہوتے ہیں جن کا مشاہدہ عام انسان نہیں کر سکتے۔ قرآن مجید کی سورۂ انفال میں غزوۂ بدر سے متعلق جو آیات ہیں ان سب کا یکجائی مطالعہ کیجئے اور ان کی اسپرٹ دیکھئے اور دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو معاملہ تقرب خاص اللہ کے ساتھ تھا اور اللہ تعالیٰ نے دین حق کو سرفراز و سربلند کرنے کے جو وعدے آپ کے ساتھ کر رکھے تھے، ان کو پیش نظر رکھئے تو صاف نظر آتا ہے کہ یہ جو کچھ ہو رہا تھا مشیتِ ایزدی کے ایک طے شدہ پروگرام کے ماتحت ہو رہا تھا اور حضورؐ کے نفس قدسی کو پہلے سے ہی اس سے مطلع کر دیا گیا تھا چنانچہ اسی اطلاع کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ نے تین سو تیرہ آدمیوں کی ایک نیم مسلح جماعت کو نو سو پچاس کی پوری طرح ہتیار بند اور باساز و سامان جماعت کے ساتھ بے تکلف ٹکرا دیا اور جب یہ دونوں جماعتیں مصروفِ پیکار تھیں اس وقت آپ سجدہ میں پڑے ہوئے دعا فرما رہے تھے کہ "اے خدا تو نے جس مدد کا وعدہ فرمایا ہے وہ مدد بھیج" یہ مدد کا وعدہ خدا نے کب فرمایا تھا؟ اسی وقت جب کہ مشیتِ ایزدی نے آئندہ پیش آنے والے واقعات کی ایک جھلک آپ کو دکھا دی تھی۔

حیات مولانا عبدالحیؒ

(مولفہ جناب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب)

سابق ناظم ندوۃ العلماء جناب مولانا حکیم عبدالحی حسنی کے سوانح حیات۔ علمی، دینی کمالات و خدمات کا تذکرہ اور ان کی عربی و اردو تصانیف پر مفصل تبصرہ۔ آخر میں مولانا کے فرزندِ اکبر جناب مولانا حکیم سید عبدالعلیؒ کے مختصر حالات بیان کئے گئے ہیں۔

کتابت و طباعت معیاری تقطیع متوسط ۲۰×۲۶/۸ قیمت ۱۲/۵۰

ملنے کا پتہ: ندوۃ المصنفین، اردو بازار، جامع مسجد دہلی ۶

© rasailojaraid.com